خطباتِ بہاولپور کا علمی جائزہ......کیا زیورات پر زکوٰۃ لازم آتی ہے؟　(قسط:۵)

علامہ محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

خطبہ نمبر ۱۱ کے آخر میں سوال جواب کا سلسلہ شروع ہوا تو جناب ڈاکٹر صاحب سے ایک سوال کیا گیا کہ استعمال میں آنے والے سونے چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ دینی ہوگی یا نہیں؟ تو اس کا جواب آپ نے اس طرح دیا:

> ''ہمارے فقہاء نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ عورت کے استعمال کے زیوارت پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ نہیں، اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ سوائے اس کے میں کیا کہہ سکتا ہوں کہ ہر شخص اپنے امام کے احکام پر عمل کرے۔''

اوّلاً: ہمیں اس پر حیرت ہوئی کہ ڈاکٹر صاحب نے دو اماموں کی رائیں تو نقل کر دیں، مگر انھوں نے یہ زحمت گوارا نہ فرمائی کہ تھوڑا سا احادیث کی طرف بھی رخ فرما لیتے اور جیسا کہ ان کی عادت مبارک ہے کہ اکثر و بیشتر وہ اپنے علمی جوابات کو احادیث کے حوالوں سے مزین فرماتے ہیں، یہاں بھی فرما دیتے کہ احادیث سے اس سوال کا کیا جواب ملتا ہے۔

ثانیاً: وہ امام شافعیؒ کا مسلک حتمی شکل میں نقل فرماتے ہیں، حالانکہ صحیح صورت یوں نہیں۔ قارئین سطور ذیل کو ملاحظہ فرمائیں گے تو بات واضح ہو جائے گی۔

ثالثاً: ڈاکٹر صاحب نے اس چیز کو بھی نظر انداز فرما دیا کہ وہ پاکستان میں کھڑے ہو کر جواب دے رہے تھے، جہاں کی ۹۸ فیصد سنی آبادی حضرت امام ابوحنیفہؒ کی پیروکار ہے۔ کم از کم اس خطہ میں حضرت امام شافعیؒ کے پیروکار نہیں ہیں......اب چند احادیث سنیے:

حدیث نمبر ۱:　ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی، اس کے ساتھ اس کی ایک بیٹی تھی۔ اس بچی کے ہاتھ میں سونے کے دو موٹے کنگن تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اس کی زکوٰۃ دیا کرتی ہو؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: تو کیا تم پسند کرتی ہو کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے بدلے تمھیں آگ کے کنگن پہناوے؟ راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر اس نے وہ کنگن اتار لیے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈال دیے اور کہا: **هُما لِلّٰهِ وَرَسُوْلِه**۔

(سنن ابی داوٗد، ج:۱، ص:۲۲۵، سنن نسائی، ج:۱، ص:۳۴۳)

حدیث نمبر ۲:　اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ میں چاندی کے زیور دیکھے۔ پوچھا: عائشہ! یہ زیور کیسے ہیں؟ میں نے عرض کیا: میں نے یہ آراستگی کے لیے بنوائے ہیں۔ فرمایا: کیا اس کی زکوٰۃ دیا کرو گی؟ میں نے کہا: نہیں۔ یا یوں کہا: جیسا

اللہ کو منظور ہوگا، دیکھا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: هو حسبک من النار یعنی اگر زکوٰۃ نہیں دوگی تو عذاب دوزخ کے لیے یہی کافی ہے۔ (ابوداؤد شریف، ج:۱،ص:۲۲۵)

حدیث نمبر۳: اسماء بنت یزید (ایک صحابیہ کا نام ہے) کہتی ہیں میں اور میری خالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ ہم نے سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم ان کی زکوٰۃ دیا کرتی ہو؟ ہم نے کہا: نہیں۔ فرمایا: تم ڈرتی نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ تمھیں آگ کے کنگن پہنا دیں۔ ''ادیا زکوتهما'' ان کی زکوٰۃ دیا کرو۔ (مسند احمد، ج:۲،ص:۴۵۹)

حدیث نمبر۴: فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور میں نے ستر مثقال (لگ بھگ ۲۲ تولے) کا ایک گلے کا زیور پہن رکھا تھا۔ میں نے عرض کیا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے زکوٰۃ لے لیجیے تو آپ نے 13/4 مثقال لے لیے۔ (دارقطنی)

حدیث نمبر۵: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: حضور! میری بیوی کا بیس مثقال (71/2 تولے) وزن کا طلائی زیور ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نصف مثقال زکوٰۃ دو۔ (دارقطنی)

یہ روایات ہم نے صحاح کے علاوہ مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ (اہل حدیث) کی کتاب تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی، ج:۲،ص:۱۱ سے نقل کی ہیں۔ موصوف ان روایات کو نقل کرنے سے پہلے لکھتے ہیں:

> ''قلت، القول بوجوب الزکوٰۃ فی حلی الذهب والفضة هو الظاهر الراجح عندی''
>
> ترجمہ: سونے چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ لازم ہونے کا قول ہی میرے نزدیک ظاہر اور راجح ہے۔

حدیث نمبر۶: حضرت انس رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اوّل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بحرین کا حاکم بنا کر روانہ فرمایا تو زکوٰۃ کے بارے میں ایک لمبی تحریر لکھوا کر دی جس کا آغاز ان الفاظ سے فرمایا:

> ''هذه فریضة الصدقة التی فرض رسول اللّٰه ﷺ علی المسلمین والتی امر اللّٰه بها رسوله''
>
> اس تحریر کے اخیر میں ہے: وفی الرقة ربع العشر، یعنی چاندی میں چالیسواں حصہ لازم ہے۔ (بخاری، ج:۱،ص:۱۹۶)

اب اس میں اس بات کی کوئی تخصیص نہیں ہے وہ چاندی ٹکڑے کی شکل میں ہو، نقد رقم ہو۔ بلکہ عام حکم دیا گیا ہے۔ اسی لیے علماء نے تصریح کی ہے کہ الفاظ کا عموم زیورات میں زکوٰۃ کے فرض ہونے کی دلیل ہے۔ محض قیاس کی بناء پر

اس میں تخصیص پیدا کرنا اور زیورات کو اس حکم سے مستثنیٰ کر لینا صحیح نہیں ہے۔

ان احادیث مرفوعہ کے علاوہ کافی تعداد میں آثارِ صحابہ موجود ہیں، جن کے نقل کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ اس کے برخلاف ایک بھی صحیح روایت پیش نہیں کی جاسکتی، جس سے زیورات میں زکوٰۃ کا لازم نہ ہونا ثابت ہو۔ احادیث و آثار کی اس کثرت کو دیکھ کر امام فخر الدین رازیؒ کو یہ کہنا پڑا، حالانکہ وہ شافعی المسلک ہیں:

''**الصحیح عندنا وجوب الزکوٰۃ فی الحلی**'' (تفسیر کبیر، ج:۱۵، ص:۴۶)

ترجمہ: ہمارے (شافعیہ کے) نزدیک صحیح بات یہی ہے کہ زیورات میں زکوٰۃ لازم ہوتی ہے۔

اور علامہ خطابی نے کہا: ''**الظاھر من الکتاب یشھد بقول من اوجبھا و الاثر یؤیدہ**''

ترجمہ: کتاب اللہ سے جو کچھ ظاہر ہے، وہ ان لوگوں کے قول کی تائید کرتا ہے جو زیورات میں زکوٰۃ کو لازم قرار دیتے ہیں اور حدیث بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔

علامہ ابن الھمامؒ مختلف کتب حدیث سے متعدد احادیث و آثار صحابہ و تابعین نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ترجمہ: ''مخالفین سے تاویلات منقول ہیں، وہ تو اس قابل نہیں ہیں کہ دل میں لائی جائیں اور ان کی طرف توجہ کی جائے اور روایات کے بعض الفاظ صراحتاً انھیں رد کرتے ہیں۔ (فتح القدیر، ج:۱، ص:۵۲۶)

کیا زکوٰۃ سے مسجد تعمیر کرائی جاسکتی ہے؟

اسی خطبہ نمبر ۱۱ میں ڈاکٹر صاحب مصارفِ زکوٰۃ کے ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں:

''فی سبیل اللہ'' کے تحت پوری ملٹری ایڈمنسٹریشن آجاتی ہے۔ سپاہیوں کی تنخواہوں کی ادائیگی، اسلحہ کی فراہمی اور دیگر فوجی ضروریات سب اس کے تحت آجاتی ہیں۔ نیز اور چیزیں بھی مثلاً مسجدوں کا بنانا، کارواں سرائے تعمیر کرنا، مدرسوں کی تعمیر وغیرہ یہ ساری چیزیں فی سبیل اللہ کے تحت آجاتی ہیں۔'' (خطبات، ص:۳۷۴)

''میری رائے میں ''فی سبیل اللہ'' کی رقم سے مسجد بن سکتی ہے اور زکوٰۃ میں فی سبیل اللہ کی مد بھی ہے۔'' (خطبات، ص:۳۹۱ بجواب سوال نمبر ۱۷)

اصل مسئلہ کے متعلق کچھ عرض کرنے سے پہلے تمہیداً دو باتیں سن لیجیے۔

پہلی گزارش:

امام مسلمؒ اپنی نامور کتاب کے آغاز میں رُواۃِ حدیث میں فرقِ مراتب پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''**فلا یقصر بالرجل العالی القدر عن درجتہ و لا یرفع متضع القدر فی العلم فوق منزلتہ و یعطی کل ذی حق حقہ و ینزل منزلتہ و قد ذکر**

عن عائشة رضي اللّٰه عنها انها قالت امرنا رسول اللّٰه ﷺ ان ننزل الناس منازلهم'' (مسلم شریف،ص:۴)

ترجمہ: جو شخص علم میں بلند مرتبت ہو،اس کے حق میں کوتاہی نہ کرے اور جو کم درجے کا ہو اسے اس کی حیثیت سے نہ بڑھائے۔ ہر حق دار کو اس کا حق ادا کرے اور اسے اس کے شایانِ شان مرتبے میں رکھے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ہم لوگوں کو ان کی حیثیت کے مطابق مقام دیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی کے مطابق بدقسمتی سے آج عالم یہ ہے کہ علم دین، کساد بازاری کا شکار ہے۔علماء تو کم پیدا ہو رہے ہیں البتہ ''مجتہد'' بڑھ رہے ہیں۔عنایت اللہ مشرقی، نیاز فتح پوری اور غلام احمد پرویز جیسے جاہلوں کو جب ''علامہ'' کہا جانے لگا تو پھر وہ اہل علم، جنھوں نے باقاعدہ عربی علوم وفنون کی تعلیم بھی حاصل کر لی ہو، وہ اگر ''میرے نزدیک، میرے خیال میں اور میں یہ کہتا ہوں'' کا سہارا لے کر میدانِ اجتہاد میں اتر آئیں تو کون سی تعجب کی بات ہے؟ یہ خوفِ خدا تو سلف صالحین میں تھا کہ اصمعی جیسے ادب عربی کے امام سے قرآن پاک کی کسی آیت کی تفسیر پوچھی جاتی تو جواب دیتے کہ عربی زبان کے الفاظ کی حیثیت سے تو ان کے معنی یہ ہیں، اللہ نے اپنے کلام میں کیا مراد لیا ہے، یہ میں نہیں بتا سکتا...... بہرصورت اب یہ قارئین کی ذمہ داری ہے کہ اگر آج کوئی اسکالر یا عالم فاضل، حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ اور دیگر جلیل القدر ائمۂ دین کے مقابلے میں کوئی بات کہتا ہے، تو وہ فیصلہ کر لیں کہ کس کی بات قابلِ قبول ہوگی اور کس کو فوقیت دی جائے گی۔

دوسری گزارش:

امام الہند شاہ ولی اللہ دہلویؒ، جن کے ہم پلّہ شاید برصغیر کی سرزمین نے کوئی سپوت نہیں جنا، اپنی کتاب فیوض الحرمین میں تحریر فرماتے ہیں کہ تین باتوں کی طرف میری طبیعت سختی سے مائل تھی، مگر قیامِ حرمین شریفین کے دوران میری مرضی اور طبیعت کے برخلاف، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ارشاد ہوئے۔ان میں سے ایک کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے:

و ثانيها الوصاة بالتقيد بهذه المذاهب الاربعة الا اخرج منها والتوفيق مااستطعت و جبلتي تأبى التقليد و تأنف منه رأسا ولكن شيء طلب مني التعبد به بخلاف نفسي'' (فیوض الحرمین مترجم،مطبوعہ دہلی،ص:۶۴)

ترجمہ: دوسری چیز یہ ہے کہ مجھے ان چاروں فقہی مذاہب کا پابند رہنے کا حکم دیا گیا کہ میں ان سے باہر نہ جاؤں اور جہاں تک ہو سکے ان میں موافقت پیدا کروں، حالانکہ میری طبیعت تقلید کو قبول نہیں کرتی اور اس سے گریز کرتی ہے لیکن یہ ایک ایسی چیز ہے

کہ میرے مزاج کے خلاف مجھ سے اس کی تعمیل کے لیے فرمایا گیا۔

جو لوگ حضرت شاہ ولی اللہ کے علمی پایہ سے واقف ہیں، وہ بخوبی جانتے ہیں کہ وہ مرتبۂ اجتہاد کے حامل تھے، اس کے باوجود انھیں بارگاہِ نبوت (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے چاروں فقہی مذاہب کے اندر رہنے کا حکم ہوا اور ان سے باہر جانے کی رکاوٹ فرمادی گئی۔ جب امام الہند کا یہ حال ہے تو ماوشما کی کیا حیثیت ہے کہ ان ائمہ کے بالمقابل اپنے اجتہاد کی ٹکسال کھول لیں۔ لیکن برا ہو اس شوقِ اجتہاد کا کہ ایسے بے علم، جو چار سطر عربی عبارت کا صحیح ترجمہ نہیں کر سکتے وہ بھی اجتہاد فرمانے لگتے ہیں۔ (رئیس احمد جعفری مرحوم نے علامہ ابن قیمؒ کی کتاب ''زاد المعاد'' کا اردو میں ترجمہ کیا تھا جو نفیس اکیڈمی کراچی نے چھاپا تھا۔ ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ اس کتاب کا کوئی سا صفحہ لے لو اس میں چار پانچ غلطیاں تو ضرور ہی نکل آئیں گی۔ اس کے باوجود ان کے دل میں بھی شوقِ اجتہاد گدگدیاں لیتا تھا، اور حضرت کہیں کہیں اپنے اس شوق کی تکمیل فرما لیتے تھے...... اس سلسلہ کے ایک اور بزرگ ڈاکٹر صغیر حسین معصومی صاحب ہیں جو ہمارے ملک کے مشہور اسکالر ہیں۔ انھوں نے علامہ حامد عمادی دمشقی کے رسالہ: ''**الصلاۃ الفاخرۃ بالاحادیث المتواترہ**'' کا اردو ترجمہ کیا۔ اس ترجمہ میں بھی غلطیوں کی بھرمار ہے۔ عرصہ ہوا میں نے اس بارے میں انھیں توجہ دلائی تھی، مگر پھر کیا ہوا، ان کی طرف سے خط کی رسید ہمیں بے شک مل گئی، آگے کا کچھ پتا نہیں)۔

قارئین یہ نہ خیال کریں کہ ہم دورِ حاضر میں اجتہاد کا دروازہ مطلقاً بند کرنا چاہتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں۔ بیسیوں ایسے مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں جن کا صریح جواب علماء سلف کی کتابوں میں نہیں ملتا۔ اس صورت میں بجز اس کے سوا چارہ نہیں کہ متبحر علماء بیٹھ کر کتاب وسنت اور فقہ قدیم کی روشنی میں ان کا حل تلاش کریں، لیکن ہر کہ مہ کو اس کا حق دے دیا جائے، اس سے ہم معذرت خواہ ہیں۔

آمدیم برسر مطلب:

اب ہم زیر بحث مسئلہ کو لیتے ہیں۔ سب سے پہلے قارئین کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ مصارفِ زکوٰۃ، خود قرآن مجید میں ارشاد فرما دیے گئے ہیں۔ کل مصارف آٹھ بتائے گئے ہیں۔ (دیکھیے سورہ توبہ: آیت: ۶۰) آیت کے شروع میں لفظ انما آیا ہے، جو کلمۂ حصر ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ زکوٰۃ صرف انھی مدّات میں تقسیم کی جا سکتی ہے، ان سے باہر نہیں۔ حدیث کی مشہور کتاب ابوداؤد شریف میں ایک واقعہ درج ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے مالِ زکوٰۃ میں سے کچھ مانگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللّٰہ لم یرض بحکم نبی ولا غیرہ فی الصدقات حتی حکم ھو فیھا فجزاھا ثمانیۃ اجزاء فان کنت من تلک الاجزاء اعطیتک''

ترجمہ: اللہ نے اموال زکوٰۃ کی تقسیم میں نہ نبی کا فیصلہ پسند کیا، نہ کسی اور کا، حتیٰ کہ اس نے خود ہی فیصلہ کر دیا کہ اسے آٹھ حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اگر تم ان میں سے ہو گے تو

تمھیں مل جائے گا۔

یہ حدیث اس بارے میں نص صریح ہے کہ مصارفِ زکوٰۃ جو شریعت نے مقرر کر دیے ہیں، وہی رہیں گے۔ ان میں کوئی اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔ اگر کوئی ایسا کرنے کی سعی کرے گا تو اس کی یہ سعی نا مشکور ہوگی۔

فی سبیل اللہ کا مصداق:

قرآن پاک میں مصارف زکوٰۃ کے ضمن میں ساتواں مصرف فرمایا گیا ہے: فی سبیل اللہ۔ اس لفظ سے کیا مراد ہے؟ تو تمام مشہور کتب تفسیر، شروح حدیث اور کتب فقہ میں اس کی تفسیر غازی اور مجاہد سے کی گئی ہے، البتہ بعض ائمہ نے ضرورت مند حاجی کو بھی اس کے مصداق میں شامل کیا ہے۔

چھٹی صدی ہجری کے مشہور مالکی عالم ابن رشد اندلسیؒ فرماتے ہیں:

''و اما سبیل اللّٰہ، فقال مالک: سبیل اللّٰہ مواضع الجھاد و الرباط. و بہ قال ابو حنیفۃ و قال غیرہ الحجاج و العمار. وقال الشافعی: ھو الغازی جار الصدقۃ'' (بدیۃ المجتہد، ج:۱،ص:۳۲۵)

شیخ عبدالرحمٰن جزیری نے زیادہ بسط سے لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''الحنفیۃ قالوا: و فی سبیل اللّٰہ ھم الفقراء المنقطعون للغزو فی سبیل اللّٰہ علی الاصح......''

ترجمہ: احناف کہتے ہیں: فی سبیل اللہ سے مراد وہ غریب لوگ ہیں جو اللہ کے راستے میں جہاد فی سبیل اللہ کے وسائل نہیں رکھتے، زیادہ صحیح یہی بات ہے۔

''و لا یجوز ان یصرف الزکوٰۃ فی بناء مسجد او مدرسۃ......''

ترجمہ: اور زکوٰۃ کا مسجد یا مدرسے کی تعمیر میں لگانا جائز نہیں ہے۔

''المالکیۃ قالوا: و المجاھد یعطی من الزکوٰۃ ان کان حرًّا مسلماً غیر ھاشمی، ولو غنیاً''

ترجمہ: مالکیہ کہتے ہیں کہ مجاہد کو زکوٰۃ میں سے دیا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ آزاد ہو، مسلمان ہو، ہاشمی نہ ہو، خواہ وہ مالدار بھی ہو۔

''الحنابلۃ قالوا: و فی سبیل اللّٰہ ھو الغازی ان لم یکن ھناک دیوان ینفق منہ علیہ''

ترجمہ: حنابلہ کہتے ہیں کہ فی سبیل اللہ کا مصداق غازی ہے بشرطیکہ سرکاری طور پر اسے کوئی معاوضہ نہ ملتا ہو۔

''الشافعية قالوا : هو المجاهد المتطوع للغزو وليس له نصيب من المخصصات للغزاه فی الديوان ''

ترجمہ: شافعیہ کہتے ہیں: وہ مجاہد مراد ہے جو جہاد کے لیے محض ثواب کی نیت سے جانا چاہتا ہو اور سرکاری طور پر مجاہدین کے لیے جو کچھ مقرر ہو، اس میں اس کا کوئی حصہ مقرر نہ ہو۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ، ج:۱،ص:۵۶۳تا۵۶۶)

شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانیؒ (شافعی المسلک) فرماتے ہیں:

'' و اما سبيل الله فالاكثر على انه يختص بالغازی غنيًّا كان او فقيرا الا ان ابا حنيفة قال: يختص بالغازی المحتاج . و عن احمد و اسحق الحج من سبيل الله '' (فتح الباری، ج:۳،ص:۳۳۲)

ترجمہ: سبیل اللہ کے بارے میں زیادہ تر علماء یہی کہتے ہیں کہ یہ لفظ مجاہد کے لیے مختص ہے خواہ وہ مالدار ہو، خواہ غریب، مگر امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ مجاہد جو حاجت مند ہو، اس کے لیے مختص ہے۔ امام احمد اور اسحق سے منقول ہے کہ حج بھی فی سبیل اللہ میں شامل ہے۔

حضرت امام غزالیؒ اپنی شہرۂ آفاق کتاب احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

'' الصنف السابع، الغزاة '' (احیاء، ج:۱،ص:۲۲۲)

یہاں پر ہم نے قصداً فقہاءِ احناف کی عبارتیں نقل کرنے سے اجتناب کیا ہے، ورنہ تو ان حضرات کی تصنیفات سے بیسیوں حوالے دیے جا سکتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ علماءِ اُمّت کی تصریحات سے قطع نظر، ہم جب کتاب وسنت کا مطالعہ کرتے ہیں تو بات یہیں واضح ہو جاتی ہے اور ہم یہ ماننے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ مصارفِ زکوٰۃ میں فی سبیل اللہ کا لفظ ایک شرعی اصطلاح ہونے کی حیثیت سے آیا ہے۔ مصارف والی آیت سورۂ توبہ میں آئی ہے اور اسی سورت میں آگے پیچھے جہاں بھی یہ لفظ آیا ہے، جہاد اور قتال ہی کے سلسلہ میں آیا ہے۔ چنانچہ آیات ذیل میں دیکھیے:

۱۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ (توبہ، آیت:۲۰)

۲۔ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ (توبہ، آیت:۲۴)

۳۔ مَا لَكُمْ اِذَا قِیْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (توبہ، آیت:۳۸)

۴۔ آیت نمبر ۶۰ یہی ہے جس میں مصارف زکوٰۃ کی تفصیل ہے۔

۵۔ كَرِهُوْا اَنْ یُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (توبہ، آیت:۸۱)

۶۔ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ (توبہ،آیت:۱۱۱)

۷۔ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ لَا یُصِیْبُھُمْ ظَمَاٌ وَّ لَا نَصَبٌ وَّ لَا مَخْمَصَۃٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (توبہ،آیت:۱۲۰)

سوال یہ ہے کہ سورۂ توبہ میں آگے پیچھے ہر جگہ فی سبیل اللہ، جہاد کے تعلق سے استعمال ہوا ہے، مصارفِ زکوٰۃ میں اس کا مصداق کیونکر بدل جائے گا؟

دوسرے مقامات کو دیکھا جائے تو وہاں فی سبیل اللہ کا لفظ زیادہ تر جہاد ہی کی مناسبت سے استعمال ہوا ہے۔ سورۂ توبہ سے پیچھے سورۂ انفال ہے جو اپنے مضامین کے اعتبار سے سورۂ توبہ سے ملتی جلتی ہے۔ اس میں قوانینِ جنگ کا ذکر ہے اور اس میں اعلانِ جنگ ہے۔ سورۂ انفال کی آیت نمبر ۶۰ میں تیاریٔ جہاد کا حکم آیا ہے اور اس کے ساتھ ہی فرمایا گیا ہے:

وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یُوَفَّ اِلَیْکُمْ (انفال:۶۰)

اب اللہ کی کتاب کے بعد حدیث شریف کی طرف آیئے۔ صحیح بخاری کی کتاب الجہاد کے کم وبیش سترہ ابواب کے عنوانات میں فی سبیل اللہ کا لفظ آیا ہے۔ آیئے ایک طائرانہ نظر ان پر ڈال لیجیے تاکہ آپ کو اندازہ ہو سکے کہ حدیث شریف میں یہ لفظ کس موقع محل پر استعمال ہوتا ہے؟

(۱) افضل الناس مؤمن و مجاھد فی سبیل اللّٰہ . (۲) درجات المجاھدین فی سبیل اللّٰہ . (۳) الغدوۃ والروحۃ فی سبیل اللّٰہ . (۴) فضل من یصرع فی سبیل اللّٰہ . (۵) من ینکب فی سبیل اللّٰہ. (۶) من یُجْرَحُ فی سبیل اللّٰہ . (۷) من اغبرت قدماہ فی سبیل اللّٰہ . (۸) مسح الغبار عن الرأس فی سبیل اللّٰہ . (۹) فضل قول اللّٰہ وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ . (۱۰) قول اللّٰہ لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ. (۱۱) فضل الصوم فی سبیل اللّٰہ . (۱۲) فضل النفقۃ فی سبیل اللّٰہ . (۱۳) من احتبس فرسا فی سبیل اللّٰہ . (۱۴) الحراسۃ فی الغزو فی سبیل اللّٰہ. (۱۵) فضل رباط یومٍ فی سبیل اللّٰہ . (۱۶) الجعائل والحملان فی سبیل اللّٰہ . (۱۷) وجوب النفیر...... و قولہ وَ جَاھِدُوْا بِاَمْوَالِکُمْ وَ اَنْفُسِکُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ .

اب حدیث کی ایک اور کتاب ترمذی شریف ہاتھ میں لیتے ہیں، اس میں جہاد کے متعلق مباحث میں ایک درجن ابواب کے عنوانات میں فی سبیل اللہ کا لفظ آیا ہے۔ ان کے علاوہ کئی ایک دوسرے ابواب میں بھی درج شدہ احادیث میں فی سبیل اللہ کا لفظ آیا ہے۔ یہ تمام احادیث جہاد سے تعلق رکھتی ہیں۔ محدثین حضرات کا اس کثرت سے جہاد کے مباحث میں فی سبیل اللہ کا لفظ لے آنا فقہاء کرام کے اس مؤقف کی دلیل ہے کہ مصارفِ زکوٰۃ میں ساتویں مصرف فی سبیل اللہ سے مراد غازی اور مجاہد ہے۔ اسی لیے علامہ ابن الجوزی نے کہا:

'' اذا اطلق ذکر سبیل اللّٰہ فالمراد بہ الجھاد '' (فتح الباری، ج:۶،ص:۴۸)

اور شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

'' **المتبادر عند الاطلاق من لفظ فی سبیل اللّٰہ الجهاد** '' (فتح الباری، ج:٦،ص:٢٩)

ترجمہ: یعنی جب سبیل اللہ کا لفظ مطلق آئے تو ذہن میں فوری طور پر اس کا معنیٰ جہاد ہی آتا ہے۔

ان قرآنی اور حدیثی اطلاقات اور محدثین وفقہاء کی تصریحات کے بعد اس بات میں کوئی تردد باقی نہیں رہ جاتا کہ مصارفِ زکوٰۃ میں ساتواں مصرف مجاہدین اور غازی ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ امام محمد اور امام احمد نے حُجاج کو بھی فی سبیل اللہ کے مصداق میں شامل کیا ہے، اس لیے کہ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے منقولہ روایات اور آثار میں ایسا آیا ہے، چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ''**ان الحج من سبیل اللّٰہ**''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایک روایت آئی ہے۔ اس سے زیادہ تعمیم وتوسیع نہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے نہ ائمۂ دین، فقہاء ومحدثین سے۔

علماء متأخرین میں بعض نے کچھ توسیع سے کام لیا ہے۔ چنانچہ امام رازی لفظ فی سبیل اللہ کی تفسیر الغزاۃ سے کرنے کے بعد لکھتے ہیں: (عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو)

> ''قفّال نے اپنی تفسیر میں بعض فقہاء سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے نیکی کی تمام صورتوں میں صدقات خرچ کرنے کی اجازت دی ہے، مثلاً مردوں کو کفن دینا، حفاظتی قلعے بنانا اور مسجدیں تعمیر کرنا، اس لیے وفی سبیل اللہ کا لفظ عام ہے اور ان تمام صورتوں کو شامل ہے۔'' (تفسیر کبیر، ج:١٦،ص:١١٣)

''قفال'' کون بزرگ ہیں اور بعض فقہاء سے مراد کون سے حضرات ہیں؟ یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ البتہ ہم اتنا عرض کیے دیتے ہیں کہ یہ قول اس حد تک کمزور کہ بیشتر مفسرین حضرات نے تو اسے اس قابل ہی قرار نہیں دیا کہ وہ اپنی کتابوں میں اسے جگہ دیتے، دیکھیے تفسیر ابن کثیر، بغوی وغیرہ۔ تفسیر خازن کے مصنف نے کسی کا نام لیے بغیر یہ قول نقل کیا ہے لیکن ساتھ ہی فرمادیا ہے: ''**والقول الاوّل هو الصحیح لاجماع الجمهور علیه**''۔ ''یعنی پہلا قول (کہ فی سبیل اللہ سے مراد غازی ہیں) ہی صحیح ہے کیونکہ جمہور علماء اس پر متفق ہیں۔''

ہاں اور یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ اگر فی سبیل اللہ میں ہر قسم کے مصارفِ خیر شامل ہیں تو پھر مصارف زکوٰۃ کے سلسلہ میں قرآن پاک میں باقی سات مدّات ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ فقراء ومساکین، غلام، نادار مسافر وغیرہ سب فی سبیل اللہ میں آجاتے۔ تو پھر علیحدہ علیحدہ ان کو بیان کرنے کا کیا مطلب؟

(جاری ہے)

☆......☆......☆